انبیاء علیہم السلام کی ہجرت۔قرآن اور بائبل کی روشنی میں

محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

اللہ تعالیٰ کے انبیا کو بہت سی مشکلات اور صبر آزما حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ تاریخ میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو مختلف ادوار میں اور مختلف حالات میں ہجرت بھی کرنی پڑی ہے۔ یہ ہجرتیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت اور خاص حکمتوں کے تحت کی گئیں۔ ان ہجرتوں کی معراج آنحضرت ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت تھی جس کے ساتھ ایک نئی شان سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پھیلنا شروع ہوا۔ آنحضرت ﷺ سے قبل انبیاء کی ہجرتوں کا پس منظر اور حالات قرآن کریم اور بائبل دونوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس مضمون میں ان میں سے پانچ ہجرتوں کے واقعات جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں اور جو بائبل میں بیان کئے ہیں، کا موازنہ پیش کیا جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی ہجرت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی خاطر سجدہ کرو تو وہ سب سجدہ ریز ہوگئے سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور استکبار سے کام لیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔

اور ہم نے کہا اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو اور تم دونوں اس میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ مگر اس مخصوص درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

پس شیطان نے ان دونوں کو اس (درخت) کے معاملہ میں پھسلا دیا پس اس سے انہیں نکال دیا جس میں وہ پہلے تھے اور ہم نے کہا تم نکل جاؤ (اس حال میں کہ) تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے (اس) زمین میں ایک عرصہ تک قیام اور استفادہ (مقدر) ہے۔

پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ پس وہ اس پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا۔ یقیناً وہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرہ: 25 تا 28)

اور بائبل میں اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے۔

''اور خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا اور خداوند خدا نے ہر درخت کو جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے کے لئے اچھا تھا زمین سے اگایا اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا اور عدن سے ایک دریا باغ کے سیراب کرنے کو نکلا اور وہاں سے چار ندیوں میں تقسیم ہوا۔ پہلی کا نام فیسون ہے جو حویلہ کی ساری زمین کو جہاں سونا ہوتا ہے گھیرے ہوئے ہے اور اس زمین کا سونا چوکھا ہے اور وہاں موتی اور سنگ سلیمانی بھی ہیں۔ اور دوسری ندی کا نام جیحون ہے جو کوش کی ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور تیسری ندی کا نام دجلہ ہے جو اسور کے مشرق کو جاتی ہے اور چوتھی ندی کا نام فرات ہے۔ اور خداوند خدا نے آدم کو لے کر باغ عدن میں رکھا کہ اس کی باغبانی اور نگہبانی کرے۔ اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے۔ لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہیں کھانا کیونکہ جس روز تو نے اس میں سے کھایا تو مرا۔'' (پیدائش۔باب 2)

اور پھر حضرت آدمؑ کی بھول کے بارے میں بائبل میں لکھا ہے۔

''اور سانپ کل دشتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا؟ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ تم نہ تو اسے کھانا اور نہ چھونا ورنہ مر جاؤ گے۔ سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہ مرو گے۔ بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لئے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں۔'' (پیدائش۔باب 3)

پھر حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کے جنت سے نکالے جانے کے بارے میں بائبل میں لکھا ہے۔

''اور خداوند خدا نے کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لے کر کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اس لئے خداوند خدا نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا تا کہ وہ اس زمین کی جس میں سے وہ لیا گیا تھا کھیتی کرے۔'' (پیدائش۔باب 3)

حضرت آدم علیہ السلام کی ہجرت کے واقعہ کا پہلا حصہ وہ مقام ہے جو کہ انہیں اور حضرت حوّاؑ کو رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ بعض پرانے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جنت زمین پر تھی اور بعض کے نزدیک یہ جنت اصل میں وہی جنت تھی جس میں بالآخر نیک لوگ داخل کئے جائیں گے۔

(تفسیر قرطبی اردو ترجمہ از اکرام الحق یٰسین جلد دوم، ناشر شریعہ اکیڈمی اگست 2011ء ص 98 تا 100، تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ از محمد جونا گڑھی جلد دوم، ناشر فقہ الحدیث پبلیکیشنز 2009ء ص 166)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

''جنت سے مراد بعض نے کہا ہے کہ وہی جنت ہے جس میں انسان بعد الموت جائے گا اور بعض مفسرین نے اسے اسی زمین کا کوئی ٹکڑا قرار دیا ہے۔ بائبل میں ہے ''اور خداوند خدا نے عدن میں پورب کی طرف ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اس نے بنایا تھا اس میں رکھا (پیدائش باب 2 آیت 8) اس کے بعد آیت 14 میں یہ ذکر ہے کہ اس باغ کو دجلہ اور فرات سیراب کرتے ہیں گویا بائبل کا یہ بیان استعارہ اور حقیقت اور صحیح اور غلط سے مخلوط ہے لیکن دجلہ اور فرات کے پاس کے علاقہ کی اس سے تعیین ہو جاتی ہے۔ چونکہ حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے واقعات بھی اس علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولد بھی اُور ہے جو عراق میں ہے اور جدید تحقیق سے بھی اور اس کے گرد کا علاقہ کھودنے سے معلوم ہوا ہے کہ یہ ملک نہایت قدیم تہذیب کا گہوارہ رہا ہے پس ان حالات سے قرین قیاس یہی ہے کہ آدم کا مولد عراق کا علاقہ ہی تھا اور جس جنت کا ان کے متعلق ذکر آتا ہے وہ بھی اس علاقہ کا کوئی مقام تھا جسے مقام کے آرام دہ ہونے اور اچھے نظام کی وجہ سے جو آدم نے قائم کیا جنت کہا گیا ہے۔''

جہاں تک اس واقعہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھول کا تعلق ہے تو بائبل کے بیان میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کو اُس درخت کا پھل کھانے سے روکنے کی جو وجہ بتائی تھی وہ غلط تھی کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کی موت ہو جائے گی جبکہ حقیقت میں ایسا بالکل نہیں ہوا۔ بائبل کے مطابق تو اگر کسی نے سچ بولا تو وہ سانپ یا شیطان تھا کیونکہ اس نے حضرت آدم اور حضرت حوا کو کہا تھا کہ اس کا پھل کھانے سے تم ہرگز نہیں مرو گے بلکہ نیک و بد کی پہچان کرنے لگو گے اور یہ بات بالکل سچ تھی۔ اس وجہ سے اس بات کی کوئی معقول وجہ نہیں کہ فقط سچ بولنے پر سانپ کو ملعون کیوں قرار دیا گیا۔

قرآن کریم کے بیان میں یہ بنیادی نقص دور کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا تھا یہ ہیشگی کا درخت ہے اور میں تمہیں ایسے ملک کا پتہ دے رہا ہوں جو کبھی بوسیدہ نہیں ہوگا۔ (طٰہٰ: 121) اس طرح شیطان نے جھوٹ بولا تھا اور خدا تعالیٰ کی بات غلط نہیں تھی۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت سے نکلنے کا حکم کیوں ملا؟ قرآن کریم اور بائبل میں اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ بائبل کے مطابق خدا نے کہا کہ اب آدمؑ اس درخت کا پھل کھا کر نیک و بد کی پہچان کرنے لگ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ حیات کے درخت کا پھل بھی کھا لے اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اس لئے حضرت آدمؑ کو عدن کے باغ سے نکال دیا گیا تا کہ وہ زمین میں کھیتی کرے۔ جب کہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام سے نکل جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں۔

''ھو التواب الرحیم کے بعد قلنا اھبطوا فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بطور سزا کے ہرگز نہیں۔ یہ قرآن شریف کے سیاق کے بالکل خلاف ہے۔''

پھر آپ فرماتے ہیں۔

''یہ حکم اللہ تعالیٰ کے فضل کا نشان۔ حضرت آدم غالباً ہند بلکہ سراندیپ میں چلے آئے جیسے جابر، ابن عمر، سیدنا علی اور تابعین اور من بعدھم سے مروی ہے۔ کیونکہ جس مکان پر کسی سے غلطی ہوتی ہے وہ منحوس جگہ اس قابل نہیں ہوتی کہ محتاط لوگ وہاں رہیں۔ علاوہ بریں ایسے مکان سے ہجرت کرنا آئندہ کے واسطے ہوشیار اور خبردار کر دیتا ہے۔''

اس مقام سے نکل کر حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کہاں آئے تھے، اس بارے میں تفاسیر میں مختلف روایات بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت آدمؑ نے جس جگہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ ہندوستان تھا۔ بعض نے سراندیپ (موجودہ سری لنکا) بیان کیا ہے اور بعض روایات کے مطابق یہ مقام مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان تھا۔

(تفسیر قرطبی اردو ترجمہ از اکرام الحق یٰسین جلد دوم، ناشر شریعہ اکیڈمی اگست 2011ء ص 133 تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ از محمد جونا گڑھی جلد دوم، ناشر فقہ الحدیث پبلیکیشنز ص 167)

حضرت نوحؑ کی ہجرت

حضرت نوحؑ کی ہجرت اس پس منظر میں ہوئی جب ان کی قوم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر ایمان نہ لانے اور مسلسل اس کو جھٹلانے کے نتیجہ میں ایک طوفان سے ہلاک کر دی گئی۔ اور حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ایک کشتی بنائی، جس میں بیٹھ کر حضرت نوحؑ اور تمام ایمان لانے والے اس طوفان سے محفوظ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا کر ایک نئی تہذیب کا بانی بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

''اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ اس کے سوا جو ایمان لا چکا تیری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ پس اس سے دل برا نہ کر جو وہ کرتے ہیں۔

اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارہ میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ یقیناً وہ غرق کئے جانے والے ہیں۔

اور وہ کشتی بناتا رہا اور جب بھی اس کی قوم کے سرداروں کا اس پر گزر ہوا وہ اس سے تمسخر کرتے رہے۔ اس نے کہا اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو یقیناً ہم تم سے بھی اسی طرح تمسخر کریں گے جیسے تم کر رہے ہو۔

پس عنقریب تم جان لوگے کہ وہ کون ہے جس پر وہ عذاب آئے گا جو اسے ذلیل کر دے گا اور اس پر ایک ٹھہر جانے والا عذاب اترے گا۔

یہاں تک جب ہمارا فیصلہ آ پہنچا اور بڑے جوش سے چشمے پھوٹ پڑے تو ہم نے (نوح سے) کہا کہ اس (کشتی) میں ہر ایک (ضرورت کے جانور) میں سے جوڑا جوڑا سوار کرا اور اپنے اہل کو بھی سوائے اس کے جس کے خلاف فیصلہ گزر چکا ہے اور (اسے بھی سوار کر) جو ایمان لایا ہے اور اس کے ہمراہ ایمان نہیں لائے مگر تھوڑے۔

اور اس نے کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔ یقیناً میرا رب بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور وہ انہیں لئے ہوئے پہاڑوں جیسی موجوں میں چلتی رہی۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جبکہ وہ ایک علیحدہ جگہ میں تھا۔ اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

اس نے جواب دیا میں جلد ہی ایک پہاڑ کی طرف پناہ (ڈھونڈ) لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ اس نے کہا کہ آج کے دن اللہ کے فیصلہ سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے (صرف وہی بچے گا)۔ پس ان کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی اور وہ غرق کئے جانے والوں میں ہوگیا۔

اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ اور وہ (کشتی) جودی (پہاڑ) پر ٹھہر گئی اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالم قوم پر۔''

(سورۃ ھود آیت 37 تا 45)

بائبل میں بھی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں آنے والے طوفان کے حالات بیان ہوئے ہیں اور یہ حالات پیدائش کے باب 6 تا 8 میں بیان کئے گئے ہیں۔ بائبل کے بیان میں اور قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں بیان فرمودہ واقعات میں بعض بنیادی فرق ہیں۔ بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ جب نسل انسانی میں بدی بہت بڑھ گئی تو خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ انسانوں کو جانوروں کو اور رینگنے والے جانوروں کو مٹا دیا جائے۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام خدا کی نظر میں مقبول تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم دیا گیا۔ اس بارے میں بائبل میں بیان کیا گیا ہے۔

''تو گوپھر کی لکڑی کی ایک کشتی اپنے لئے بنا۔ اس کشتی میں کوٹھڑیاں تیار کرنا اور اس کے اندر اور باہر رال لگانا۔ اور ایسا کرنا کہ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ۔ اس کی چوڑائی پچاس ہاتھ اور اس کی اونچائی تیس ہاتھ ہو۔ اور اس کشتی میں ایک روشندان بنانا اور اوپر سے ہاتھ بھر چھوڑ کر اسے ختم کر دینا اور اس کشتی کا دروازہ اس کے پہلو میں رکھنا اور اس میں تین درجے بنانا۔ نچلا دوسرا اور تیسرا۔'' (پیدائش باب 6)

جہاں تک کشتی کا تعلق ہے تو قرآن کریم سورۃ قمر میں بیان کرتا ہے:

''اور اسے (یعنی نوح کو) ہم نے تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔'' (القمر:14)

بائبل اور قرآن کریم کے بیانات میں ایک فرق تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطابق اس کشتی کو تختوں اور میخوں سے بنایا گیا تھا (میخوں سے ضروری نہیں کہ دھات کی میخیں مراد لی جائیں قدیم تاریخ میں جہاز سازی میں کثرت سے لکڑی کی میخیں استعمال ہوتی رہی ہیں) اور بائبل میں گوپھر کی لکڑی اور رال (pitch) کا ذکر ہے۔ اور بائبل میں کشتی کی لمبائی چوڑائی اور اونچائی کا ذکر ہے۔ ایک ہاتھ (cubit) تقریباً اٹھارہ انچ کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن کشتی کا حجم اتنا زیادہ بن جاتا ہے کہ اس دور میں اس حجم کا بحری جہاز بنانا ممکن ہی نہیں تھا۔ انیسویں صدی تک بھی صنعت نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ صرف لکڑی سے اتنا بڑا بحری جہاز بنایا جا سکے۔ اتنے بڑے بحری جہاز کو قائم رکھنے کے لئے دھات کے فریم کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کشتی کا کوئی سائز نہیں بیان ہوا جبکہ بائبل میں اس کشتی یا جہاز کا بہت معین سائز بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ سائز اتنا زیادہ ہے کہ اس پر بہت سے ماہرین نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ محض لکڑی اور رال سے خاص طور پر اُس دور میں یعنی آج سے پانچ ہزار سال قبل اس سائز کا جہاز بنانا ممکن نہیں تھا۔

قرآن کریم اور بائبل کے بیان میں ایک فرق یہ ہے کہ بائبل کے مطابق اس طوفان نے ساری زمین کو اپنی زد میں لے لیا تھا اور سوائے کشتی میں موجود جانداروں کے تمام دنیا سے زندگی ختم ہوگئی تھی۔ جبکہ قرآن کریم میں یہ ذکر موجود نہیں ہے کہ اس طوفان نے تمام زمین کو غرق کر دیا تھا۔ بائبل میں لکھا ہے کہ

''اور چالیس دن تک طوفان زمین پر رہا اور پانی بڑھا اور اس نے کشتی کو اوپر اُٹھا دیا۔ سو کشتی زمین پر سے اُٹھ گئی۔ اور پانی زمین پر چڑھتا ہی گیا اور بہت بڑھا اور کشتی پانی کے اوپر تیرتی رہی۔ اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا اور سب اونچے پہاڑ جو دنیا میں ہیں چھپ گئے۔ اور پانی ان سے پندرہ ہاتھ اور اوپر چڑھا اور پہاڑ ڈوب گئے۔ اور سب جانور جو زمین پر چلتے تھے، پرندے اور چوپائے اور جنگلی جانور اور زمین کے سب رینگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے اور خشکی کے سب جاندار جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا مر گئے۔ بلکہ ہر جاندار شے جو روی زمین پر تھی مر مٹی۔ کیا انسان کیا حیوان۔ کیا رینگنے والے جاندار کیا ہوا کا پرندہ یہ سب کے سب زمین پر سے مرمٹے۔ فقط ایک نوح باقی بچا یا وہ جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے۔''

(پیدائش باب 7)

سائنسی طور پر بائبل کا بیان غلط اور قرآن کریم کا بیان صحیح ہے۔ ہر بڑے پیمانے کا سیلاب اپنے آثار زمین پر چھوڑتا ہے۔ اب تک ہونے والی تحقیق کے مطابق زمین کی تاریخ میں اتنا بڑا طوفان کبھی نہیں آیا جس نے تمام زمین کو زیر آب کر دیا ہو۔ اور نہ ہی زمین میں اتنا پانی موجود ہے کہ ایسا طوفان آسکے جو کہ دنیا کی بلند ترین چوٹی سے بھی اوپر نکل جائے۔ صدیوں کی تحریف نے بائبل کے بیان میں بہت سی مبالغہ آمیز تفصیلات شامل کر دی تھیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''بائبل اور سائنس کی آپس میں ایسی عداوت ہے جیسے کہ دو سوکنیں ہوتی ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ وہ طوفان ساری دنیا میں آیا اور کشتی تین سو ہاتھ لمبی اور پچاس ہاتھ چوڑی تھی اور اس میں حضرت نوح نے ہر قسم کے پاک جانوروں میں سے سات جوڑے اور ناپاک میں سے دو دو جوڑے ہر قسم کے کشتی میں چڑھائے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اول تو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کیا جب تک پہلے رسول کے ذریعے اس کو تبلیغ نہ کی ہو اور حضرت نوحؑ کی تبلیغ ساری دنیا کی قوموں پر کہاں پہنچی تھی جو سب غرق ہو جاتے۔ دوم اتنی چھوٹی سی کشتی میں جو صرف 300 ہاتھ لمبی اور 50 ہاتھ چوڑی ہو ساری دنیا کے جانور بہائم چرند پرند سات سات جوڑے یا دو دو جوڑے کیوں کر سما سکتے ہیں۔''

(الحکم 10۔ اگست 1901ء جلد 5 نمبر 29 ص 3)

قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پر جا کر رکی تھی اور بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کشتی ارارت کی چوٹی پر جا کر رکی تھی۔ یہ چوٹی کہاں پر ہے اس بارے میں بہت سی قیاس آرائیاں اور تحقیق کی گئی ہے۔ بہت سے محققین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ چوٹی ترکی میں ہے۔ چند نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ یہ چوٹی ایران میں بھی ہو سکتی ہے۔ بہت سی ٹیموں نے کئی مرتبہ اس کشتی کے آثار کو ڈھونڈنے کی کوشش بھی کی ہے۔ تاریخ طبری میں بیان کیا گیا ہے کہ جودی موصل کے علاقہ میں خفیض میں ہے۔

(تاریخ طبری۔ اردو ترجمہ از محمد اصغر مغل و اعجاز احمد صمدانی، ناشر دارالاشاعت 2003ء جلد اول ص 152)

(Biblica: The Bible Atlas, published by Global Book Publishing, 2008, p98-99)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''لفظ ارارات جس پر نوح کی کشتی ٹھہری اصل ارّی ریت ہے۔ جس کے معنی ہیں میں پہاڑ کی چوٹی کو دیکھتا ہوں ریت پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے لفظ جودی رکھا ہے جس کے معنے ہیں میرا جود و کرم یعنی وہ کشتی میرے جود و کرم پر ٹھہری۔''

(الحکم 10۔ اگست 1901ء جلد 5 نمبر 29 ص 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تحریر فرماتے ہیں کہ

''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی رہائش کا مقام پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا۔ کیونکہ تبھی تو ان کا بیٹا کہتا ہے کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ کسی کا لفظ علاقہ کے ساتھ ساتھ پہاڑوں کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔''

حضرت نوحؑ کو ہجرت سے قبل ایک نہایت طویل عرصہ قوم کے انکار اور ان کی مخالفت کی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ختم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور آپ اور آپ کے متبعین نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اور اس کے سکھائے ہوئے طریق کے مطابق ہجرت کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ دنیا کی تقریباً تمام اہم تہذیبوں میں ایک عظیم سیلاب اور اس میں چیدہ لوگوں کی ایک کشتی کے ذریعہ محفوظ رہنے کی کہانی ملتی ہے۔ میسوپوٹیمیا کے جنوب میں Sumerian تہذیب کے آثار ملے ہیں۔ اس میں مٹی کی تختیوں پر لکھی ہوئی ایک قدیم کہانی بھی ہے جس کو Epic of Gilgamesh کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا قدیم ترین لٹریچر ہے جو محفوظ ہے۔ اس کے آخر میں ایک عظیم طوفان کا ذکر ہے جس میں اس قصہ کے ہیرو کو دیوتا کی طرف سے ایک بہت بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ اس کے ذریعہ وہ اور ان کے ساتھی محفوظ رہیں۔

(Gilgamesh, compiled by Stephen Mitchell, First South Asian Edition 2006, p180-195)

اسی طرح قدیم ہندو روایات میں بھی ایک عظیم سیلاب کا ذکر ملتا ہے۔ یہ سیلاب اُس دور میں آیا جب زمین بدی سے بھر گئی تھی۔ تب دنیا کو ایک عظیم سیلاب کے ذریعہ تباہ کیا گیا۔ اس وقت ہندو دیوتا 'وشنو' نے ایک مچھلی کا روپ دھارا اور ایک نیک 'منو' کو اور اس کے ساتھیوں کو ایک کشتی عطا کی جس پر بیٹھ کر انہوں نے اپنی جان بچائی۔ اس کشتی میں مختلف جانور اور ادویات میں کام آنے والی جڑی بوٹیاں بھی لا دی گئی تھیں۔ طوفان کے دوران اس کشتی کو اِس عظیم مچھلی سے باندھ دیا گیا تھا۔

(Devi-Devata: Gods and Godesses of India, by Subhadra Sen Gupta, published by Rupa& Co 2001, p101-104)

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کی ہجرت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو بت پرستی میں مبتلا دیکھا تو ان کی بت پرستی سے اظہار بیزاری کیا اور فرمایا کہ تمہارا رب تو زمین و آسمان کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور پھر ان بتوں کو سوائے بڑے بت کے توڑ

دیا۔اور قوم کو کہا کہ اس بڑے بت سے پوچھ لو۔اس پر وہ لاجواب ہو گئے۔اور کہا کہ یہ کلام نہیں کرے گا۔اس پر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نقصان اور فرمایا:

''تف ہے تم پر اور اس پر جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔پس کیا تم عقل نہیں کرتے؟

انہوں نے کہا اس کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

ہم نے کہا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔

اور انہوں نے اس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے خود انہی کو کلیۃً نامراد کر دیا۔

اور ہم نے اسے اور لوط کو ایک ایسی زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے تمام جہانوں کے لئے برکت رکھی تھی۔'' (الانبیاء: 28 تا 72)

حضرت مصلح موعود تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے اُور میں رہتے تھے جو عراق کے علاقہ میں تھا۔ وہاں سے آپ حاران کی طرف جو بالائی عراق میں ہے تشریف لے گئے اور وہاں سے کنعان کی طرف خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ہجرت کی اور یہ زمین آئندہ ان کی اولاد کے لئے مقرر کر دی گئی۔

بائبل میں حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کے بارے میں یہ تفاصیل لکھی ہیں:

''اور تارح نے اپنے بیٹے ابرام کو اور اپنے پوتے لوط کو جو حاران کا بیٹا تھا اور اپنی بہو ساری کو جو اس کے بیٹے ابرام کی بیوی تھی ساتھ لیا اور وہ سب کسدیوں کے اُور سے روانہ ہوئے کہ کنعان کے ملک میں جائیں اور وہ حاران تک آئے اور وہیں رہنے لگے۔اور تارح کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی اور اُس نے حاران میں وفات پائی۔

اور خداوند نے ابرام سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناطے داروں کے بیچ سے اس ملک میں جا جو میں تجھے دکھاؤں گا اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دونگا۔اور تیرا نام سرفراز کروں گا۔

اور وہ ملک کنعان کو روانہ ہوا اور ملک کنعان میں آئے اور ابرام اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا۔اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے۔تب خداوند نے ابرام کو دکھائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا اور اس نے وہاں خداوند کے لئے جو اسے دکھائی دیا تھا ایک قربان گاہ بنائی۔اور وہاں سے کوچ کر کے اس پہاڑ کی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے اور اپنا ڈیرا ایسے لگایا بیتِ ایل مغرب میں اور عی مشرق میں پڑا اور وہاں اس نے خداوند کے لیے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند سے دعا کی اور ابرام سفر کرتا کرتا جنوب کی طرف بڑھ گیا۔''

(پیدائش باب 11 و 12)

یہاں پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایک پڑھنے والے کو قرآن کریم اور بائبل کے بیان میں یہ بنیادی فرق نظر آتا ہے کہ قرآنِ کریم میں ہجرت کے بیان سے قبل اس بات کا تفصیلی ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرستی میں مبتلا تھی۔حضرت ابراہیمؑ نے ان کے اس عمل سے بیزاری کا اظہار فرمایا، ان کو ان کی غلطی سے آگاہ کیا اور انہیں توحید کی تبلیغ کی۔اس پر ان کی قوم ان کے خلاف بھڑک اُٹھی اور ان کو قتل کرنے کی سازش کی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ناکام و نامراد کر دیا۔ اور اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ، جو آپ کے بھتیجے تھے، نے ایک ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کی جسے اللہ تعالیٰ نے بابرکت کیا تھا۔اس کے برعکس بائبل اس بیان سے بالکل خالی ہے کہ آخر حضرت ابراہیمؑ کی قوم میں کیا روحانی بیماری تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ نے ایک جلیل القدر نبی ہونے کی حیثیت سے ان کی روحانی بیماری کے علاج کے لیے کیا سعی فرمائی اور کس طرح انہیں ایک خدا کی طرف بلایا۔صرف ان کے شجرہ نسب کا ذکر ہے اور یہ ذکر کہ ان کا خاندان کس مقام سے کس مقام کی طرف منتقل ہوا۔ مذہبی اعتبار سے جو پہلو اہم ہوسکتا تھا اس کا ذکر بالکل نہیں کیا گیا اور اس طرح ان کی ہجرت کا پس منظر واضح نہیں ہوتا۔

جہاں تک بائبل میں بیان کردہ مقامات کا تعلق ہے تو اُور نام کا ایک قدیم شہر قدیم میسوپوٹیمیا (Mespo tam ia) کے جنوب میں موجود تھا جو کہ آج کے عراق کا حصہ ہے۔ یہ شہر چار ہزار سے پانچ ہزار سال قبل مسیح میں آباد ہوا تھا اور حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً چار سو پچاس سال قبل تک آباد رہا۔ بعض محققین اس بات سے اختلاف کرتے ہیں کہ یہ شہر وہ اُور ہے جس کا بائبل میں ذکر ہے۔ ان کے نزدیک حضرت ابراہیم کا مسکن شمال میں ایک اور شہر URA تھا۔ اور حاران کا قدیم شہر اُور سے شمال میں یعنی شمالی میسوپوٹومیا میں ہے اور یہ شہر چاند دیوتا کی پرستش کا اہم مرکز تھا۔

(Ancient History Encyclopedia-Ur)

(Harpers Bible Dictionary -Harran)

اکثر مغربی محققین کے نزدیک عی اور بیت ایل کے مقامات فلسطین میں یروشلم کے شمال میں ہیں۔ لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ بائبل کے بیان میں بھی ان مقامات کے بعد حضرت ابراہیم کا جنوب کی طرف مزید سفر کرنے کا ذکر ہے اور مکہ مکرمہ فلسطین سے جنوب میں ہے اور قرآن کریم کے مطابق یہاں پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے ازسرِ نو خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ ویسے بھی لفظ بیت ایل عربی میں بیت اللہ کے ہم معنی ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کی ہجرت

اللہ تعالیٰ کی خاص بشارات اور حکمتوں کے تحت حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو مکہ مکرمہ میں آباد کیا اور قرآن کریم اس کے بارے میں فرماتا ہے۔

''اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں میں رزق عطا کرتا کہ وہ شکر ادا کریں۔''

(سورۃ ابراہیم: 38)

اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اور جب ہم نے (اپنے) گھر کو لوگوں کے بار بار اکٹھا ہونے کی اور امن کی جگہ بنا دیا اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک و صاف بنائے رکھو۔

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب! اس کو ایک پُرامن اور امن دینے والا شہر بنا دے اور اس کے بسنے والوں کو جو اُن میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہر قسم کے پھلوں میں سے رزق عطا کر۔اس نے کہا کہ جو کفر کرے گا اسے بھی میں کچھ عارضی فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر میں اُسے آگ کے عذاب کی طرف جانے پر مجبور کر دوں گا اور (وہ) بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اور جب ابراہیم اس خاص گھر کی بنیادوں کو استوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

اور اے ہمارے رب! ہمیں اپنے دو فرمانبردار بندے بنا دے اور ہماری ذریت میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار امت (پیدا کر دے)۔اور ہمیں اپنی عبادتوں اور قربانیوں کے طریق سکھا اور ہم پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جا۔ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور اے ہمارے رب! تو انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور ان کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔''

(سورۃ البقرۃ: 126 تا 130)

ان آیات کریمہ سے واضح ہے کہ قرآن کریم بیان فرما رہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خاص عظیم الشان دینی اغراض کیلئے اپنے بیٹے کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں آباد کیا۔اور اس قدم کے جو عظیم نتائج نکلنے تھے ان کا انتہائی مقام آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی۔ عیسائی اور یہودی حضرت اسماعیلؑ کو تو نبی نہیں مانتے لیکن حضرت ابراہیمؑ کو تو اللہ تعالیٰ کا ایک جلیل القدر نبی مانتے ہیں۔ یہاں اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ بائبل میں اس واقعہ کی کیا تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ اس واقعہ کے بارے میں بائبل بیان کرتی ہے۔

''اسحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابراہام نے بڑی ضیافت کی اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے۔تب اس نے ابراہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اسحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ پر ابراہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اسحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا۔اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے۔تب ابراہام نے صبح سویرے اُٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اس کے کاندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔اور جب مشک کا پانی ختم ہوگیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی۔اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہوا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک سے پانی کو بھر لیا اور لڑکے کو پلایا اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔'' (پیدائش باب 21)

اس بیان میں تحریف کا عنصر اور اس کے پیچھے یہود کا بنو اسماعیل سے بغض صاف نظر آتا ہے۔اس بیان میں حقارت کا عنصر شامل کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ کے لئے بار بار لونڈی کا لفظ استعمال کیا گیا۔ حالانکہ خود بائبل کے بیان کے مطابق وہ حضرت ابراہیم کی بیوی تھیں۔ (پیدائش باب 16 آیت 6)۔ ساری تحریف کا مقصد صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سارہ کا مقام بلند ظاہر کیا جائے اور حضرت ہاجرہ کا مقام ادنیٰ ظاہر کیا جائے۔لیکن اس کے باوجود حضرت سارہ کی طرف بائبل نے برے اخلاق منسوب کئے ہیں۔ پہلے باب 16 میں یہ لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ پر اتنی سختی کی کہ انہیں گھر چھوڑنا پڑا اور پھر باب 21 میں یہ لکھا ہے کہ صرف اس بات پر ایک معصوم کم عمر لڑکا ہنس رہا تھا انہیں اتنا غصہ آیا کہ اس کو اور اس کی ماں کو گھر سے نکال دینے کا مشورہ دے دیا اور وہ بھی اس خوف سے کہ کہیں وہ وراثت میں شریک نہ ہو جائے۔ ان سب باتوں کے باوجود خود بائبل یہ بیان کرتی

ہے کہ حضرت ہاجرہ کا مقام خدا کی نظر میں اتنا بلند تھا کہ جب بھی ان پر مشکل وقت آیا تو خدا تعالیٰ کا فرشتہ ان پر نازل ہوا اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری عطا کی اور ان کی مشکلات حل کر دیں اور انہیں ایک فرزند اور اس فرزند سے ایک عظیم قوم کی بشارت دی۔ دوسری طرف خود بائبل کے بیان کے مطابق حضرت سارہ پر کبھی کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا تھا۔

اس کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ بائبل کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی اور بیٹے کو گھر سے رخصت کر دیا اور اس کے نتیجہ میں ایسے دردناک حالات پیدا ہوئے کہ بچے کی موت یقینی نظر آ رہی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا کوئی حکم بغیر حکمت کے نہیں ہوتا۔ بائبل میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آخر اس میں کیا حکمت تھی؟ فقط یہ وجہ کہ حضرت ابراہیم کا نام حضرت اسحاقؑ سے چلنا تھا اور ان کی والدہ کو حضرت اسماعیلؑ کا ہنسنا برا لگ رہا تھا۔ تو یہ تو نہ کوئی معقول وجہ یا حکمت نہیں کہلا سکتی۔ لیکن جیسا کہ حوالہ درج کیا گیا ہے قرآن کریم اس عمل کی گہری حکمت بیان فرماتا ہے اور وہ حکمت یہ تھی کہ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو ایک مقدس مقام پر آباد کیا گیا تھا تا کہ وہ اس مقام کو اس لئے آباد کریں تا کہ یہ مقام خدائے واحد کی عبادت کرنے والوں کیلئے ایک مرکز کا کام دے اور اس عمل کی معراج آنحضرت ﷺ کی مبارک بعثت تھی۔

حضرت موسیٰؑ کی ہجرت

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کا فرعون کی ظلم سے نجات پانا اور ارضِ موعود کی طرف ہجرت کرنا دنیا کی مذہبی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ یہ واقعات بائبل کی کتاب خروج میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور قرآنِ کریم میں اس ہجرت کا ایک سے زیادہ مقام پر اس ہجرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ موضوع اپنی ذات میں ایک تفصیلی موضوع ہے۔ یہاں صرف اس کے ایک دو بنیادی نکات کے بارے میں بائبل اور قرآنِ کریم کے بیان کا موازنہ کرنا مقصود ہے۔

قرآنِ کریم اور بائبل میں بیان کردہ واقعات کا موازنہ کرتے ہوئے سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس ہجرت کا مقصد کیا تھا اور یہ کہ ان دونوں کتب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو کیا ارشاد ہوا تھا کہ فرعون کے سامنے کیا بنی اسرائیل کی نسبت کیا بیان کیا جائے۔

قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ارشاد فرمایا۔

''پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ہم تیرے رب کے دو ایلچی ہیں۔ پس ہمارے ساتھ تو بنی اسرائیل کو بھیج دے اور انہیں عذاب نہ دے۔۔۔'' (طٰہٰ: 48)

اور اسی ارشاد کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو کہا۔

''مجھ پر واجب ہے کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہوں۔ یقیناً میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف ایک ایک روشن نشان لے کر آیا ہوں۔ پس تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔''

(الاعراف: 107)

اس کے برعکس بائبل میں مختلف تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو تو بتا دیا تھا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے نکال کر کنعان (فلسطین) لے کر جانا ہے۔

(خروج باب 3 آیت 3و4)

لیکن بائبل کے مطابق خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو کیا ہدایت ملی کہ فرعون کے سامنے اس بارے میں کیا کہنا ہے؟ خروج میں بیان کیا گیا ہے۔

''تو اسرائیلی بزرگوں کو ساتھ لے کر مصر کے بادشاہ کے پاس جانا اور اُس سے کہنا کہ خدا عبرانیوں کے خدا کی ہم سے ملاقات ہوئی۔ اب تو ہم کو تین دن کی منزل تک بیابان میں جانے دے تا کہ ہم خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں۔''

(خروج باب 18:3)

گویا ارادہ تو شروع سے یہی تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے نکال کر کنعان لے کر جانا ہے لیکن بائبل کے مطابق خود خدا تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ فرعون کے سامنے یہ خلافِ واقعہ بات کہہ دو کہ ہم تو صرف تین دن تک کی مسافت تک جا کر قربانی کرنا چاہتے ہیں پھر واپس آ جائیں گے۔ اور عملاً حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے کیا کہا۔ اس بارے میں بائبل بیان کرتی ہے۔

''اس کے بعد موسیٰ اور ہارون نے جا کر فرعون سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تا کہ وہ بیابان میں میرے لئے عید کریں۔'' (خروج باب 1:4)

جبکہ حقیقت یہ تھی کہ بیابان میں عید کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا بلکہ مصر سے کنعان کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ تھا۔ بائبل کے بیان کے مطابق خود خدا نے فرعون کے سامنے غلط بات کہنے کا حکم دیا تھا جو کہ ایک ناممکن بات ہے۔ اس کے بعد بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا۔

''اور یوں ہوگا کہ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہیں نکلو گے بلکہ تمہاری ایک ایک عورت اپنی پڑوسن سے اور اپنی اپنی گھر کی مہمان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی۔ ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے اور مصریوں کو لوٹ لو گے۔''

(خروج باب 22:3)

گویا بائبل کے مطابق اس طرح اس سفر سے پہلے زیور لوٹنے کی تعلیم بھی دی گئی۔ لیکن قرآنِ کریم میں اس قسم کے حکم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

فرعون اور اس کی قوم کو تمام نشان دکھانے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل نے مصر سے ہجرت کی تو بائبل کے مطابق بچوں کو چھوڑ کر صرف بالغ افراد کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ (خروج باب 37:12) جبکہ قرآنِ کریم بیان کرتا ہے کہ ان کی تعداد چند ہزار تھی۔ (سورۃ البقرۃ: 244) حضرت مصلح موعود نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم نے بائبل کی بیان کردہ تعداد کی تردید کی ہے کیونکہ چھ لاکھ کا قافلہ بے آب و گیاہ بیابان میں سے نہیں گزر سکتا۔

قرآن کریم اور بائبل میں بیان کردہ واقعات کا سرسری موازنہ ہی اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ بائبل میں ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو کہ مذہبی اور اخلاقی اعتبار سے کسی طرح مناسب نہیں ہیں بلکہ ان پر طرح طرح کے اعتراضات اُٹھتے ہیں۔ دوسری طرف قرآنِ کریم کے بیان کردہ واقعات پر اس طرح کے اعتراضات نہیں اُٹھ سکتے۔ اس طرح قرآنِ کریم نے بائبل کے بیان کردہ واقعات کی غلطیاں دور کر کے ان کو ان کی اصل حالت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

☆..........☆..........☆

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

قفس اُداس ہے یارو، صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہرِ خدا آج ذکرِ یار چلے

کبھی تو صبح ترے کنجِ لب سے ہو آغاز
کبھی تو شب سرِ کاکل سے مشکبار چلے

بڑا ہے درد کا رشتہ، یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غمگسار چلے

جو ہم پہ گزری سو گزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تری عاقبت سنوار چلے

حضورِ یار ہوئی دفترِ جنوں کی طلب
گرہ میں لے کے گریباں کا تار تار چلے

مقام فیضؔ کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

فیض احمد فیض